بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

دوسری صدی ہجری میں فقہِ اسلامی کی تدوین ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی نظیر مذاہبِ عالم کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے، اتحادِ ملت اور استحکام امت کے لئے ائمۂ فقہ کی جلیل القدر خدمات کو جس قدر سراہا جائے کم ہے. لیکن اس کے ساتھ ہی بظاہر متضاد مگر تاریخی طور پر صحیح واقعہ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان ائمہ کے آپس کے اجتہادی اختلافات، اور ان کی بنا پر مختلف مذاہبِ فقہ کے قیام سے امّت کا شیرازہ منتشر ہوا ہے اور مختلف مذاہب کے فقہا کے مناظروں، مناقشوں اور مجادلوں نے بارہا خانہ جنگی کی شکل اختیار کی ہے.

جس زمانے میں فقہِ اسلامی کی بنیادیں استوار کی جارہی تھیں، اُسی وقت بعض مدبّرین اختلافت کے خطرات سے آگاہ تھے. ابن المقفع نے رسالۃ الصحابۃ میں خاصی تفصیل کے ساتھ خلیفہ ابوجعفر منصور کو اس کی طرف توجہ دلائی تھی. اس کے تدارک کی جو تدبیریں اس نے سجھائی تھیں، ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے ان کی طرف اپنے اُس محققانہ مقالے میں اشارہ کیا ہے جو اس شمارہ میں شاملِ اشاعت ہے. معلوم ہوتا ہے کہ عباسی خلفا خود اس خطرے سے ہرگز غافل نہ تھے. چنانچہ امام زرقانی رح (شارح موطا امام مالک) اور امام برہان الدین یعمری رح (صاحب الدیباج المذہّب) راوی ہیں کہ منصور نے امام مالک رح سے درخواست کی تھی کہ وہ تمام مذاہب فقہ میں یکسانیت و وحدت پیدا کریں ("اجعل ہذا العلم علماً واحداً") اس کے

جواب میں امام مالک رح نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ اپنے اندر جہانِ معنی پوشیدہ رکھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفرقوا فی البلاد فأضی کل فی مصرہ بما رائی فلاھل المدینۃ قول ولاھل العراق قول تعدوا فیہ طورھم (شرح الزرقانی، قاہرہ ۱۹۵۴م ج ۱ ص۲ الدیباج المذھب، مصر ۱۳۵۱ھ ص ۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی مختلف بلاد میں بکھر گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے شہر میں اپنی اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا ہے چنانچہ اہل مدینہ کا قول اہل عراق کے قول سے مختلف ہے۔ ان میں سے ہر شہر کے قول پر وہاں کے طور طریقوں کا اثر ہے۔

فقہا کا یہ اختلاف اُمت کے لئے درحقیقت رحمت بن سکتا تھا۔ کیونکہ امام مالک رح کی بصیرت کے مطابق اس میں اس امر کی گنجائش نکلتی تھی کہ اُمتِ مسلمہ کی پھیلتی ہوئی مملکت کے مختلف علاقائی طور طریقوں کا لحاظ رکھا جائے۔ چنانچہ مختلف ممالک میں مختلف فقہی مذاہب کے پھیلنے کی توجیہ کرتے ہوئے ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اسی حقیقت کو واضح کیا ہے۔

لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ یہ حقیقت نظروں سے اوجھل ہوتی گئی۔ مختلف مذاہب فقہ کے بعد کے مقلدوں نے فقہِ اسلامی کی بنیادی لچک اور تطابق و توافق کی صلاحیت کو کھو دیا۔ گرچہ امام ابن قیم رح کے الفاظ میں تغیر الفتوی واختلافھا بحسب تغیر الازمنۃ والامکنۃ والاحوال والنیات والعوائد (زمانہ اور ملک، احوال اور نیتوں، رسم اور رواج کے لحاظ سے فتووں کے بدل جانے اور ان کے مختلف ہونے) کا اصول ہمیشہ تسلیم کیا جاتا رہا ہے لیکن عملاً ایسا بہت کم ہوا۔

تقلید کی بڑھتی ہوئی روش کا نتیجہ ۔ اور ایک لحاظ سے اس کا سبب ۔۔ یہ تھا کہ فقہِ اسلامی کا نفاذ زندگی کے چند گوشوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔ خلافتِ عباسیہ کے اختلال کے بعد مسلمان حکمرانوں نے سلطنت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے عموماً ملکی قوانین کا سہارا لیا اور سیاسی زوال اور معاشرتی جمود نے فقہِ اسلامی کی رہی سہی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

لیکن قرآن کا قانون ہے کہ

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی اللَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ

(آل عمران، آیت ۲۷)

(اے پروردگار تو رات کو دن پر اور دن کو رات پر غالب کرتا رہتا ہے اور مُردوں میں سے زندہ اور زندوں میں سے مردوں کو نکالتا رہتا ہے۔)

امتِ مرحومہ کے سیاسی ادبار کی رات ختم ہوگئی ہے۔ آزادی کا سورج تمام ممالک اسلامیہ کے افق پر طلوع ہوچکا ہے۔ اسلامی معاشرے کے عروقِ مردہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ رہی ہے۔ شریعت اسلامی کو مدرسوں کے حجروں سے نکال کر عامۃ المسلمین کی زندگیوں میں نافذ کرنے کی امنگیں سارے عالمِ اسلامی میں پائی جارہی ہیں۔ تقلید کی جگہ تحقیق کا جذبہ ہر جگہ کارفرما نظر آرہا ہے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ مصر، ایران اور ترکی میں بھی اسلامی تحقیقات کے ادارے قائم ہوگئے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ہمارے ادارے کو ترکی اور ایران کے ہم مقصد اداروں کے سربراہوں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا جس کی مختصر سی روئداد اس شمارے کے اخبار میں درج ہے۔

مختلف اسلامی ممالک میں تحقیقاتِ اسلامی کی جو الگ الگ کوششیں شروع کی گئی ہیں ان میں رابطہ قائم کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح فقہ اسلامی کے احیا اور اس کے نفاذ کے لئے جو قانونی اصلاحات کی جارہی ہیں، ان میں ہم آہنگی کا برقرار رکھنا لازمی ہے۔ ابن المقفع یا خلیفہ منصور کو جو خدشہ لاحق ہوا تھا وہ آجکل کی بیحد وسیع دنیا میں کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ حضرت امام مالک رح کے مشورے کے پیچھے جو روح کارفرما تھی اس کا لحاظ رکھتے ہوئے علاقائی خصوصیات کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے معنی یہ نہ ہونے چاہئیں کہ ملکی تعبیرات کی کثرت میں شریعتِ اسلامی کی وحدت کا خواب پریشان ہوجائے۔

مقامِ مسرت ہے کہ ایران کے ڈاکٹر فروزاں فر اور ترکی کے ڈاکٹر ذکی ولیدی طوغان دونوں ہی ان خطرات سے آگاہ نظر آتے ہیں۔ اور ان کے تدارک کے لئے پاکستان کے مرکزی ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی سے تعاون کے خواہاں ہیں جس کا انہیں پورا پورا یقین دلا دیا گیا ہے۔

ہمارا یہ ادارہ شروع ہی سے ان امور میں تمام عالمِ اسلام کے اشتراکِ عمل کا داعی رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام ممالکِ اسلامیہ کے دینی اور معاشرتی مسائل یکساں ہیں اور وہ باہمی مشورے اور تعاون ہی سے حل ہوسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ ادارہ مختلف عملی اقدامات کرتا رہا ہے، جن کے نتائج سے قارئینِ کرام کو ہم مطلع کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ العزیز وبیدہ التوفیق۔

لیکن تمام عالمِ اسلام کو تحقیقاتِ اسلامی کے سلسلے میں اشتراکِ عمل کی دعوت دینے سے پہلے ہمیں اپنے ملک کے اہلِ علم اور اربابِ فکر اصحاب کا تعاون حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تعاون کے حصول کے لئے ہم نے ان صفحات پر بارہا اپیلیں کی ہیں۔ ہمارے ادارے کے سربراہ، ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب

نے قومی اخبارات کے ذریعہ اپیل کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "صرف آزادانہ اور تعمیری تبادلۂ خیالات ہی کے ذریعہ ہم اس پاک سرزمین میں اسلامی شریعتِ حقّہ کے احکام کے نفاذ کے عظیم اور ایمان افروز مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ یہ کام نہ تو قدیم خیال کے علماء اکیلے سرانجام دے سکتے ہیں نہ تجدّد پسند عام مسلمان اسے تنہا کرسکتے ہیں۔ دونوں کو سر جوڑ کر کام کرنا ہے۔"

ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کی اس دردمندانہ اپیل کا جواب قدیم خیال کے علما کی طرف سے اب تک جس شکل میں دیا گیا ہے، اس کا اندازہ قارئینِ کرام اس تحریر سے لگا سکتے ہیں جو ابو اسامہ حسن العجمی کے نام سے مدرسہ اسلامیہ عربیہ (کراچی) کے رسالۂ "بیّنات" میں شائع ہو رہی ہے اور اس کی پہلی قسط ہم اس شمارے میں نقل کر رہے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یقین ہے کہ یہ دل آزار تحریر علمائے کرام کے سنجیدہ حلقوں کی ہرگز ترجمان نہیں۔ ہمیں امید ہے کہ علمائے کرام ہمیں تبادلۂ خیالات، افہام و تفہیم اور اشتراک و تعاون کی نعمتوں سے محروم نہ رکھیں گے۔